Open Access
ISSN E:2790-7694 ISSN P: 2790-7686
Journal Web: http://www.al-asr.pk

قصص الحدیث کے معاشی پہلو سے عصر حاضر میں رہنمائی

Guidance from the Economic Aspect of Qasas ul-Hadith in the Modern Era

Dr. Muhammad Karim Khan
Associate Professor ICBS, Lahore
karimkhan52@yahoo.com

Prof Dr. Humayon Abbas Shams
Professor, GCU, Faisalabad

ABSTRACT

Hadith is the second primary source of Islamic Shariah. Hadith provides better guidance to all the Muslims of the world in many ways and methods. One of them is to illustrate the religious issues and make them easier to understand by putting examples and telling the stories from affairs and incidents of the ex-prophets and the ups and downs of ancient nations and they are called Qisas-ul-Hadith. In these stories of Hadith, very much guidance is available for various issues and topics and one of these topics is a suitable solution to economic problems. The "economic" has been existing as a fundamental problem in every age and still existed all around.

The economic issues with their different values in ancient and current times are very common and the same for the nations of the world. So it is obvious that Hadith-Stories can give full assistance to solve the economic problems of the current age efficiently. In this article, the solution to the same problems is discussed in light of the Hadith Stories.

Keywords: Qasas ul-Hadith, Economic aspect, Modern Era

ابتدائیہ:

قرآن اور حدیث دو ایسے مجموعے ہیں جن سے اہل دنیا کو تعلیمی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور مذہبی زندگی کے ساتھ ساتھ زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے متعلق بھی رہنمائی ملتی ہے۔ قرآن اور حدیث کئی طریقوں سے ہدایات اور راہنمائی فراہم کرتے ہیں، جن میں سے ایک طریقہ ہدایت کی بات بذریعہ قصص ہمارے ذہن نشین کرانا بھی ہے ۔ چنانچہ قرآن اور حدیث دونوں میں توحید، رسالت، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور دیگر موضوعات کے بارے میں سابقہ انبیاءِ کرام اور گذشتہ اقوام کے قصص بیان ہوئے ہیں۔ ان قصص میں عصری معاشی مسائل کے حل کے لیے بھی بنیادی رہنمائی موجود ہے۔ جن کے ذریعے عصری معاشی مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے ۔ قصص الحدیث کے معاشی پہلو پر گفتگو سے پہلے قصص، حدیث اور معاش کا معنیٰ و مفہوم بیان کیا جاتا ہے:

قصص کا معنٰی و مفہوم:

لفظ قصص جمع ہے اور اس کا واحد قصہ ہے:

لغوی معنٰی: قصہ کے لغوی معانی درج ذیل ہیں:

"کہانی، داستان، افسانہ، حکایت، ذکر، بیان، کسی شخص کا بیان، پرانی داستان کا بیان"۔1

اصطلاحی معنٰی:

قصہ کے اصطلاحی معانی درج ذیل ہیں:

کسی شخص کی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات کا بیان۔

کسی قابل ذکر و اہمیت بات کا بیان۔

کوئی حقیقی یا فرضی واقعہ جسے دلچسپی، تفریح یا کسی نکتے کی تشریح کی خاطر بیان کیا جائے۔

تاریخی یا داستانی بات کو جزئیات کے ساتھ بیان کرنا۔2

حدیث کا معنیٰ و مفہوم:

لغوی معنیٰ: یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور مؤنث کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ قدیم کی ضد ہے اور واحد کا صیغہ ہے، اس کی جمع کیلئے حداث، حدثاء، احادیث، حدثان، کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

یہ لفظ درج ذیل معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے:

بات، نئی چیز، بیان، ذکر، قصہ، کہانی، تاریخ، خبر، جدید، نیا، داستان، افسانہ۔3

اصطلاحی مفہوم:

"اصطلاح شرع میں لفظ حدیث نبی کریم ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کو کہتے ہیں اور اثر صحابی کے قول، فعل یا تقریر کو، اسی طرح تابعی کے قول، فعل یا تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں، اور کبھی اثر کو حدیث اور حدیث کو اثر بھی کہتے ہیں"۔4

معاش کا معنیٰ و مفہوم:

"معاش عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ ''عاش'' ہے جس کے معنیٰ زندہ رہنے کے ہیں، بعض کے نزدیک اس کا مادہ ''عیش'' ہے، جس کے معنیٰ روزی، خوراک، رزق، گزران کے ہیں"۔5

"عیش کے لفظ سے معیشت ہے، جس کے معنیٰ ہیں سامان زیست، کھانے پینے کی وہ تمام اشیاء جن پر زندگی بسر کی جائے"۔6

گویا معاش کے معنیٰ ذریعہ زندگی کے ہیں، اور عام طور پر یہ اہل لغت کے ہاں انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسلامی لٹریچر میں ''علم الاقتصاد'' کی اصطلاح بھی ان مذکورہ مفاہیم کو ادا کرنے کے لیے متداول ہے۔ لغت کے اعتبار سے یہ ''قصد'' سے ماخوذ ہے ۔جس کے معنٰی میانہ روی اور اچھے چلن کے ہیں۔7

علم معاشیات اصطلاحی طور پر ایسے وسائل کی دریافت کو کہتے ہیں، جو دولت پیدا کرنے کے مناسب طریقے، اور اس کے خرچ کے صحیح استعمال اور اس کی ہلاک و بربادی کے حقیقی اسباب بتا سکیں۔8

عصر حاضر میں علم معاشیات کو اکنامکس (Economics) سے موسوم کیا جاتا ہے اور (Economic) ایک لاطینی لفظ "Nomos" جس کے معنٰی گھریلو ضابطہ کے ہیں، سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک گھر میں رہنے والے افراد کیسے روزی کماتے ہیں۔ بعد میں اس لفظ کا اطلاق "Polos" یعنی ریاستی افراد کی معاشی زندگی پر کیا گیا۔ جس میں اس امر کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ ریاست میں بسنے والے افراد کی زندگی کس طرح ہے، اور وہ محدود وسائل کے پیش نظر غیر محدود ضروریات کی تکمیل کس طرح کرتے ہیں۔9

معاشی حوالے سے قصص الحدیث اور ان سے مستنبط مسائل و نصائح، تجزیاتی مطالعہ اور عصر حاضر میں رہنمائی درج ذیل ہیں:

"عَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:اشْتَرَی رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَہُ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِی اشْتَرَی العَقَارَ فِی عَقَارِہِ جَرَّۃً فِیہَا ذَہَبٌ، فَقَالَ لَہُ الَّذِی اشْتَرَی العَقَارَخُذْ ذَہَبَکَ مِنِّی، انَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْکَ الاَرْضَ، وَلَمْ اَبْتَعْ مِنْکَ الذَّہَبَ، وَقَالَ الَّذِی لَہُ الاَرْضُ ا نَّمَا بِعْتُکَ الاَرْضَ وَمَا فِیہَا، فَتَحَاکَمَا لَی رَجُلٍ، فَقَاَلالَّذِی تَحَاکَمَا لَیْہِ: اَلَکُمَا وَلَدٌ قَالَ اَحَدُہُمَا لِی غُلاَمٌ، وَقَالَ الاخَرُ لِی جَارِیَۃٌ، قَالَ اَنْکِحُوا الغُلاَمَ الجَارِیَۃَ وَاَنْفِقُوا عَلَی اَنْفُسِہِمَا مِنْہ وَتَصَدَّقَا" -10

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے اس کی کوئی جائیداد خریدی۔ خریدنے والے نے اس زمینی جائیداد میں ایک مٹکا مدفون پایا، جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ خریدار نے فروخت کنندہ سے کہا: کہ اپنا سونا مجھ سے لے لو، میں نے تم سے زمین خریدی ہے (زمین میں مدفون) سونا تو نہیں خریدا (جو بغیر کسی عوض کے یہ لے لوں)۔ جائیداد فروخت کرنے والے نے کہا کہ: میں نے تو تمہارے ہاتھ زمین ہی نہیں بیچی، بلکہ اس میں جو کچھ ہے، وہ بھی تمہارے ہاتھ فروخت کیا (دونوں میں اختلاف ہوا، کوئی بھی وہ سونا لینے کے لئے تیار نہ تھا)۔ لہٰذا دونوں اپنا مقدمہ ایک تیسرے شخص کے پاس لے گئے اور اسے ثالث بنایا۔ اس نے کہا کہ: کیا تم میں سے کسی کی اولاد ہے ایک نے کہاں: ہاں! میرا ایک لڑکا ہے، دوسرے نے کہا: ہاں! میری ایک لڑکی ہے، ثالث نے کہا: کہ اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کر دو، اس سونے میں سے ان دونوں پر خرچ کرو اور صدقہ دو۔

اس قصہ سے فقہاء کرام اور علماء عظام نے درج ذیل مسائل و نصائح کا استنباط کیا ہے:

یہ قصہ کس زمانے کا ہے یہ حاکم کون تھا، اس بارے میں علماء کی دو آراء ہیں:

حضرت وہب بن منبہ اور امام بخاری کے مطابق یہ بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کا واقعہ ہے اور مذکور حاکم حضرت داؤد تھے۔ حضرت اسحاق بن بشیر کے مطابق یہ واقعہ حضرت ذوالقرنین بادشاہ کے وقت کا ہے اور مذکور حاکم حضرت ذوالقرنین تھے۔11

اسحاق بن بشیر کی روایت کے مطابق یہ واقعہ تھوڑا مختصر ہے۔اس روایت میں مذکور ہے کہ مشتری نے مکان خریدا تھا،جب اسکو تعمیر کے لیے گرایا گیا تو اس میں خزانہ موجود پایا۔جب بائع کو دینے گیا تو بائع نے کہا: کہ میں نے تو یہ خزانہ نہیں رکھا تھا اور نہ ہی مجھے اس کا علم تھا۔اسی بات کا فیصلہ کرنے کے لیے دونوں قاضی کے پاس گئے۔12

اس قصہ میں یہ بات واضح ہے کہ دونوں فریقوں میں سودا صرف زمین کا ہوا تھا۔13

اختلاف اس بات پر ہوا کہ : جو خزانہ ملا ہے، مشتری نے یہ گمان کیا کہ اس کا سودا نہیں ہوا،اس لیے یہ اس میں شامل نہیں ہے ،جب کہ بائع کا گمان یہ تھا کہ : زمین اور اس میں جو کچھ ہے ،وہ سارا اس سودے میں شامل ہے۔یہی ان دونوں کے اختلاف کا سبب ہے۔سودے کے انعقاد پر دونوں فریقوں کو اعتراض نہیں تھا۔14

ہماری شریعت میں اسطرح کی صورت حال میں مشتری کا قول معتبر ہوتا ہے اور ایسا دفینہ بائع کی ملکیت ہو گا۔15

اس قصہ میں جدل کا ایک احتمال یہ بھی ہے کہ سودے کے انعقاد پر ہی اختلاف ہو۔اس صورت میں دونوں قسم اٹھائیں گے اور مبیع واپس بائع کی ملکیت میں چلی جائے گی۔16

مذکورہ قصہ میں دفینہ کی تین صورتیں ہیں اور تینوں کے احکام مختلف ہیں:

اگر معلوم ہو جائے کہ یہ دفینہ جاہلیت کا ہے تو یہ مال رکاز کا ہو گا۔

اگر معلوم ہو جائے کہ یہ دفینہ مسلم ہے تو پھر یہ مال لقطہ ہو گا۔

اگر کچھ معلوم نہ ہو سکے تو پھر یہ مال ضائع ہو گا اور یہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔17

اس حدیث سے یہ جواز بھی نکلتا ہے کہ اگر غیر حاکم کے پاس بھی لوگ فیصلہ کروانے کے لیے آئیں تو اسے چاہیے کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔18

امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں :

"ایسی صور تحال میں اگر فیصل کے قول کو قاضی شہر ،ڈسٹر کٹ جج درست قرار دے دے تو یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ اگر قاضی ،جج مخالفت کرے تو فیصلہ نافذ نہ ہوگا"۔19

امام مالک،امام شافعی اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: کہ اگر متعلقہ فیصلہ کرنے والے میں حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کی اہلیت ہے تو پھر اس کا فیصلہ ہر حال میں نافذ العمل ہو گا۔ قاضی شہر اس کے ساتھ موافقت کرے یا نہ کرے۔20

اس حدیث میں یہ ہے کہ دونوں فریقوں نے ایک شخص کو حاکم بنالیا،علامہ دشتانی ابی مالکی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حکومت کا مقرر کردہ حاکم نہیں تھا،اور ان دونوں فریقوں نے اس کو اپنا حاکم بنالیا تھا۔امام مالک بھی یہی کہتے ہیں: کہ کسی شخص کو حاکم بنانا صحیح ہے،اگر وہ شخص فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس کا فیصلہ لازم ہو جائے گا اور اس کا فیصلہ غلط نہیں قرار دیا جائے گا،خواہ قاضی شہر کی رائے اس کے موافق ہو یا مخالف ہو،اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: کہ اگر اس حاکم کا فیصلہ قاضی شہر کی رائے کے موافق ہے تو اس کا فیصلہ نافذ العمل ہو گا،ورنہ نہیں ہو گا۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: ایک قول امام مالک کی مثل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا فیصلہ لازم اور نافذ نہیں ہو گا اور اس کا قول فتویٰ کی طرح ہو گا۔21

دفینہ کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی نے بھی علامہ مازری کے بیان کردہ اقوال نقل کیے ہیں اور اس مسئلہ میں انہوں نے امام مالک کے قول کو حسن قرار دیا ہے۔22

اس حاکم نے وہ مال ان دونوں میں سے کسی ایک کو نہیں دیا، بلکہ ان کی اولاد پر تقسیم کر دیا،اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مال ضائع تھا اور ان میں سے کسی ایک شخص نے اس مال کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور شاید وہاں بیت المال نہیں تھا،اس لیے اس حاکم نے یہ سوچا کہ : چونکہ یہ دونوں نیک آدمی ہیں ، اس لیے دوسروں کی بہ نسبت یہ دونوں اس مال کے زیادہ حقدار ہیں ۔ علامہ ابی مالکی کہتے ہیں کہ جس مال کے دو شخص دعویدار ہوں ، وہ مال ان دونوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اور اسطرح جس مال کا دونوں انکار کریں اس کو بھی دونوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے ۔ علامہ ابی کا بیان کردہ یہ کلیہ صحیح نہیں ہے ،البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس مال کے دو شخص دعویدار ہوں اور کسی کے دعویٰ کو دوسرے پر ترجیح اور فوقیت نہ ہو،تو پھر وہ مال دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا ،اسی طرح اگر ایک مال

دو شخصوں سے متعلق ہو اور ان کے علاوہ کسی کی ملکیت اس سے متعلق نہ ہو اور دونوں اس سے انکار کرتے ہوں، تو وہ مال دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔23

اگر کسی شخص نے زمین بیچی اور پھر خریدار کو اس زمین میں دفینہ ملا تو ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے کہ وہ بائع کی ملکیت ہے یا مشتری کی اور اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔ علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ دفینہ پتھروں اور سنگ مرمر کی طرح زمین کی جنس سے ہو۔ لیکن جو چیز زمین کی جنس سے نہ ہو جیسے سونا اور چاندی تو اگر وہ زمانہ جاہلیت کے دفینوں میں سے ہے تو وہ رکاز ہے، اگر وہ مسلمانوں کے دفینوں میں سے ہے تو وہ لقطہ ہے، اگر سونے اور چاندی کے ان سکوں پر بتوں کی تصویریں ہیں تو وہ دفینہ جاہلیت کا ہو گا اور اس کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے ہو گا اور باقی حصہ مالک زمین کا ہو گا۔ یہ رکاز کا حکم ہے اور اگر ان سکوں پر مسلمانوں کی حکومتوں کی علامتیں ہوں تو پھر وہ مال لقطہ ہے۔24

اگر سونے اور چاندی کے ان سکوں پر کچھ پتا نہ چلے تو پھر وہ مال ضائع ہے۔ اس کو بیت المال میں محفوظ کر دیا جائے گا اور اگر وہاں بیت المال نہ ہو تو پھر اس مال کو فقراء میں اور مسلمانوں کے مفاد عامہ میں خرچ کر دیا جائے گا۔25

اگر وہ دفینہ رکاز قرار دیا جائے تو امام ابن القاسم کے نزدیک وہ خریدار کی ملکیت ہے، امام مالک کے نزدیک وہ بائع کی ملکیت ہے اور اگر اس کو لقطہ قرار دیا جائے تو پھر وہ بلا اختلاف بائع کا ہے۔ اور بعض فقہاء مالکیہ نے کہا ہے: کہ اگر وہ قدیم زمانہ کا دفینہ ہے تب اس کو لقطہ قرار دیا جائے گا، اگر وہ زمانہ قریب کا دفینہ ہے تو وہ باءع یا اس کی ملکیت ہے اور زمانہ قرب اور بعد کا تعین قرائن سے کیا جائے گا۔26

اگر کہیں بیت المال نہ ہو تو پھر دفینہ ضائع کو فقراء، مساکین، دینی کاموں میں مصروف لوگوں پر اور مسلمانوں کے لیے رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کرنا چاہیے۔27

تجزیہ:

بائع اور مشتری دونوں اس دفینہ کو لینے کے لیے راضی نہ ہوئے حاکم کے فیصلہ کو دونوں نے قبول کیا۔

دونوں فریقین نے اپنی اولاد پر خرچ کرنے کے لیے رضامندی ظاہر کی اولاد نے اس دفینہ کو قبول کیا۔

دونوں نے اس خزانہ کو اپنی اولاد کے لیے قبول کیا بچوں نے والدین کے فیصلے کو قبول کیا۔

بالواسطہ طور پر یہ خزانہ انہیں دونوں پر تقسیم ہوا یہ قصہ امانت، دیانت اور ایمانداری کی بہت اعلیٰ مثال ہے۔

عصرِ حاضر میں رہنمائی:

اس واقعہ سے موجودہ دور کے ملکیتی مسائل پر رہنمائی فراہم کرتے ہیں ۔ یہ اس لیے بھی اہمیت کے حامل ہیں کہ آج سائنسی ترقی کا دور ہے اور زمین سے دفینوں کے علاوہ معدنیات ،کوئلہ ، تیل ، گیس اور دیگر ذخائر نکل رہے ہیں: زمین سے جو کچھ نکلے گا ،اس پر سب سے پہلے حق قابض مالک ،اس کی اولاد ، متعلقین اور اس علاقے کے لوگوں کا حق ہوگا۔ جیسا کہ اس واقعہ میں حاکم نے دونوں کی اولاد کی ملکیت میں دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس صورت میں یہ مال رکاز قرار پائے گا اور اس کا خمس حکومت وقت کی ملکیت ہوگا۔

موجودہ دور میں زمین سے نکلنے والا پٹرول، ڈیزل، گیس، کوئلہ ،نمک اور دیگر معدنیات یہ مال ضائع کا حکم رکھتی ہے، اور یہ بیت المال (حکومت وقت) کی ملکیت ہوگا، اور حکومت اس کو عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی پابند ہوگی۔

"عَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ خَرَجْنَا مَعَهُ لَى الطَّاءِفِ، فَمَرَرْنَا بِقَبْرٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہَذَا قَبْر اَبِی رِغَالٍ، وَكَانَ بِہَذَا الْحَرَمِ يَدْفَعُ عَنْہُ، فَلَمَّا خَرَجَ اَصَابَتْہُ النِّقْمَۃُ الَّتِی اَصَابَتْ قَوْمَہُ بِہَذَا الْمَكَانِ، فَدُفِنَ فِيہِ، وَيَۃُ ذَلِکَ اَنَّہُ دُفِنَ مَعَہُ غُصْنٌ مِنْ ذَہَبٍ، انْ اَنْتُمْ نَبَشْتُمْ عَنْہُ اَصَبْتُمُوہُ مَعَہُ ، فَابْتَدَرَہُ النَّاسُ فَاسْتَخْرَجُوا الْغُصْنَ۔"[28]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہم آپ کے ساتھ طاءف کی طرف نکلے ،ہم ایک قبر کے پاس سے گذرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ابورغال کی قبر ہے ،جو عذاب سے بچنے کے لیے حرم کی حد میں رہتا تھا۔ جب وہ اس سے باہر نکلا تو اسی عذاب میں گرفتار ہوگیا، جو اس کی قوم پر آیا تھا ،اور اس جگہ دفن کیا گیا۔ اس کی نشانی یہ ہے: اس کے ساتھ سونے کی ایک سلاخ بھی دفن کی گئی تھی ۔ اگر تم اس کی قبر کو کھودو تو اس کے ساتھ سلاخ کو پالوگے۔ لوگ اس کی طرف دوڑے اور اس سلاخ کو نکال لیا۔

اس واقعہ کے حوالے سے علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

ابو رغال کا نام ابو ثقیف تھا اور یہ قوم ثمود کا فرد تھا۔29

ابو رغال حرم میں عذاب سے بچنے کی خاطر رہتا تھا، جب یہ حرم سے نکلا تو اسی عذاب میں مبتلا ہوا، جس میں باقی قوم مبتلا ہوئی تھی۔30

علامہ جوہری اور ابن سیدہ نے جس ابو رغال کا ذکر کیا ہے، وہ اور ہے، اور اس حدیث مبارکہ میں مذکور ابو رغال قوم ثمود والا ہے۔31

یہ پہلا شخص تھا جس کا ظلم اور کنجوس پن عرب میں بطور ضرب المثل مشہور ہوا۔32

زمانہ جاہلیت میں یہ ابو رغال قوم ثمود کی باقیات میں سے تھا، یہ حضرت صالح نبی کا عامل مقرر ہوا، آپ نے اسکو قوم ثمود کی طرف بھیجا، اس نے نافرمانی کرتے ہوئے قوم کے لیے حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیا تھا۔33

غصن من ذهب سے مراد سونے سے تیار کردہ لاٹھی نما تھی، جس پر ٹیک لگاتا تھا۔34

یہ سونا مال رکاز تھا، کیونکہ یہ دفینہ جاہلیت تھا اور اس کا مالک نامعلوم تھا، ابو رغال کی نسل ختم ہو چکی تھی، اور اس کا کوئی وارث نہ تھا، اس لیے اس کا حکم مال رکاز کا ہوا۔35

اس حدیث میں دلیل ہے کہ مشرکین کی قبروں کو کھودنا جائز ہے جب کہ اس میں مسلمانوں کی ضرورت کی چیز موجود ہو، یا اس کے کھودنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہو۔36

اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ کفار و مشرکین کی قبروں کی حرمت مسلمانوں کی حرمت کی طرح نہیں ہے، اور انہیں بوقت ضرورت کھودنا اور گرانا جائز ہے۔37

صحابہ کرام نے ابو رغال کی قبر کھود کر سونا نکال لیا تھا ابن مکرم کہتے ہیں: ابو رغال کا نام زید بن مخلف تھا، حضرت صالح نے اسکو زکوٰۃ اکٹھی کرنے کے لیے عامل مقرر کیا تھا، یہ قوم کے پاس آیا، قوم کے پاس دودھ دینے والی ایک بکری تھی، قوم میں ایک بچہ تھا جس کی ماں فوت ہو چکی تھی، اس بچے کی خوراک اسی بکری کا دودھ تھا، ابو رغال نے صدقہ میں یہی بکری لینے کا مطالبہ کیا، قوم نے بچے کی خوراک کی بنا پر بکری نہ لینے کی منت سماجت کی، لیکن ابو رغال نہ مانا، اس وقت آسمان سے اس پر بجلی گری، جس

سے اس کی موت واقع ہوگئی ،ایک قول یہ بھی ہے کہ بکری کے مالک نے اسکو قتل کر دیا،حضرت صالح نے اسے مفقود پا کر لوگوں سے پوچھا،لوگوں نے آپ کو سارا ماجرا سنایا،حضرت صالح نے اس پر لعنت فرمائی اس کی قبر مکہ اور طاءف کے درمیان گزرگاہ پر واقع ہے۔38

تجزیہ:

ابورغال کا نام زید بن مخلف اور کنیت ابو ثقیف تھی ،یہ قوم ثمود سے تعلق رکھتا تھا اور حضرت صالح کا امتی تھا۔ابورغال قوم ثمود پر غالباً اجتماعی عذاب کے بعد حضرت صالح کے ساتھ مکہ میں رہتا تھا ابورغال کو حضرت صالح نے عامل مقرر کیا تھا اور اس نے بطور عامل قوم کے ساتھ ظلم و ستم کیا ابورغال سونے سے بنی ہوئی ڈھال ٹیک لگانے کے لیے ساتھ رکھتا تھا اور یہی ڈھال اس کے ساتھ قبر میں دفن تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی قبر سے سونا نکالنے کی صحابہ کرام کو اجازت دی یہ سونا مال رکاز کے حکم میں تھا،کیونکہ دفینہ جاہلیت ہونے کیوجہ سے اس کا کوئی وارث نہ تھا اس سونے کو نکالنے کے لیے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھا گیا مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کی خاطر کفار و مشرکین کی قبروں کو کھودنا اور اکھاڑنا جائز ہے ابورغال ایک ظالم اور کنجوس شخص تھا۔

بورغال کا ظلم اور فسق تو واضح ہے البتہ اس کا کفر واضح نہیں ہے ابورغال پر عذاب ظلم و فسق کی وجہ سے آیا،زیادہ قرین قیاس یہی ہے ،البتہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینا اور حضرت صالح کا لعنت فرمانا،اس کے کفر کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے ،واللہ اعلم بالصواب

یہ سونا صحابہ کرام کی ضروریات کے لیے استعمال کیا گیا اگر ابورغال ایک فاسق و فاجر اور مسلمان تھا تو اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے لیے مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا جائز ہے۔جیسا کہ پوسٹمارٹم اور مقدمات کی دیگر ضروریات کے لیے قبر کو کھودا جاسکتا ہے اس طرح بعض دفعہ مفاد عامہ کے کاموں کے لیے قبر کو اکھاڑنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے،جیسا کہ سڑک،نہر وغیرہ کی تعمیر کے لیے کفار و مشرکین کی قبروں کی حرمت مسلمانوں کی قبروں کی طرح نہیں ہے

عصرِ حاضر میں رہنمائی:

اس حدیث مبارکہ میں عصر حاضر میں رہنمائی کے لیے چار باتیں مترشح ہوتی ہیں :

مسلمانوں کے مالی مفاد کے لیے کفار ومشرکین کی قبروں کو کھودنا اوراکھاڑنا جائزہے ،اور بعض صورتوں میں مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے لیے کفار ومشرکین کی بھی اور مسلمانوں کی قبروں کو بھی کھودنا جائزودرست ہے۔

مسلمانوں کے مفاد کے لیے زمینوں سے دفینوں کو نکالنے کے لیے حکومتوں کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے ،موجودہ زمانے میں گیس، تیل، کوئلہ، نمک اور دیگر معدنیات اور مفادعامہ کی چیزوں کو زمین سے نکالنے کے لیے یہ حدیث رہنمائی دیتی ہے۔ زمین سے نکلنے والی ان معدنیات وذخائر کے سارے حقوق حکومت وقت کی ملکیت ہونے چاہیے اور حکومت کو چاہیے کہ وہ عوام کی بھلائی کے لیے ان چیزوں کو استعمال میں لائے۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ متعلقہ مالکان ،علاقے یا صوبے کو ان چیزوں سے مستفید ہونے میں اولیت دے اور ان کو بھی ان چیزوں کے حقوق میں شامل کرے۔

"عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَیُّوبُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا، فَخَرَّ عَلَیْہِ جَرَادٌ مِنْ ذَہَبٍ، فَجَعَلَ اَیُّوبُ یَحْتَثِی فِی ثَوْبِہِ، فَنَادَاہُ رَبُّہُ یَا اَیُّوبُ، اَلَمْ اَکُنْ اَغْنَیْتُکَ عَمَّا تَرَی قَالَ بَلَی وَعِزَّتِکَ، وَلَکِنْ لاَ غِنَی بِی عَنْ بَرَکَتِکَ وَرَوَاہُ بْرَاہِیمُ، عَنْ مُوسَی بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَیُّوبُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا"۔39

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ؛

ایک مرتبہ حضرت ایوب برہنہ ہوکر نہارہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں گرنی شروع ہوئیں،آپ نے ان کو کپڑے میں بھرنا شروع کردیا، فوراًہی خدا تعالی کی طرف سے آواز آئی کہ : اے ایوب! کیا ہم نے تم کو ان سے بے نیاز نہیں کردیا آپ نے جواب دیا: قسم ہے تیری عزت کی! کیوں نہیں مگر میں تیری عنایت وبرکت سے تو بے پرواہ نہیں ہوں۔

اس قصہ سے متعلق علماء فقہاء کا بحث واستدلال حسبِ ذیل ہے:

ایوب عجمی نام ہے۔آپ روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم کے صاحبزادے ہیں۔آپ کی والدہ حضرت لوط کی صاحبزادی ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عابد وزاہد تھے۔آپ تیرانوے (۹۳)سال کی عمر میں فوت ہوئے۔40

حضرت ایوب کی قبر مبارک قریہ دیر ایوب میں واقع ہے جو مشہد (ایران) میں ہے، وہاں ایک پتھر ہے جس پر حضرت ایوب کے قدم کا نشان ہے، وہاں ایک چشمہ ہے، لوگ اس پتھر اور چشمہ سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ 41

حضرت ایوب حضرت اسحاق کی اولاد سے ہیں اور ان کا قیام بھی شام میں تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہے کہ ایوب لفظ عجمی ہے۔ اس تقدیر پر یہ غیر منصرف ہوگا۔ قرآن میں بھی غیر منصرف ہی استعمال ہوا ہے۔ 42

انسان کو حالت فقر میں بہ قدر ضرورت جو رزق مل جائے، وہ اس کے لیے نعمت اور فضیلت ہے، کیونکہ حضرت ایوب سونے کی ٹڈی کو مال میں کثرت یا اظہار فخر کے لیے نہیں پکڑ رہے تھے، بلکہ اپنی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے پکڑ رہے تھے۔ 43

اس حدیث میں حلال مال کی حرص ہے اور غنا کی فضیلت ہے، کیونکہ حضرت ایوب نے اس کو برکت فرمایا۔ 44

اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی صفت کی قسم کھانا جائز ہے۔ 45

حلال مال کے حصول کی حرص کرنا جائز ہے۔ 46

تونگری فضیلت کی بات ہے، اسی لیے حضرت ایوب نے اسے برکت کے لفظ سے موسوم کیا۔ 47

"لا غنی عن برکتک" فرمایا: حضرت ایوب کا کلام مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت معنی خیز، لطیف و بر محل اور شان نبوت کے مناسب ہے، جس طرح اعصائے موسیٰ کے اژدہا بن جانے پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا "خذھا و لا تخف" اور حضرت موسیٰ نے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو ندا آئی "الا تعتمد بنا" (کیا ہم پر بھروسہ نہیں کرتے)، آپ نے کہا: "بلی ولکنی بشر خلقت من ضعف" (ضرور آپ پر بھروسہ ہے مگر میں بشر ہی تو ہوں کہ میری کمزوری میری خلقت میں ہے)، یا جس طرح حضرت ابراہیم نے "بلی ولکن لیطمئن قلبی" کہا تھا، در حقیقت یہ انبیاء کی شان ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوابات الہام کیے جاتے ہیں، ورنہ وہ خدا تعالیٰ کی جناب میں تو کسی کی مجال دم زدن بھی نہیں ہے، چہ جائیکہ کوئی بات کرنا یا جواب دینا، پھر ایسا برجستہ یا بر محل جواب دینا تو صرف ان ہی نفوس قدسیہ کا حق ہے۔ 48

تجزیہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت ایوب کو ہر قسم کی ضروریات سے مستغنی کر دیا تھا حضرت ایوب کا سونے کی ٹڈیوں کا

اکٹھا کرنا مال کی بڑھوتری یا فخر ومباح کے لیے نہ تھا حضرت ایوب نے سونے کی ٹڈیاں مال حلال میں اضافہ اور اللہ تعالیٰ کا فضل وبرکت سمجھتے ہوئے اکٹھی کیں مستقبل میں پیش آنیوالی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے مال حلال جمع کرنا جائز ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی امید اور کوشش ہر وقت رہنی چاہیے۔

عصرِ حاضر میں رہنمائی:

اس قصہ میں عصر حاضر میں محاصل کے حوالے سے رہنمائی کے تین پہلو ہیں:

☆ ہر حال میں اللہ کے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہیے اگرچہ مال ودولت وافر ہو، پھر بھی اللہ کے کرم سے روگردانی نہیں کرنی چاہیے موجودہ زمانہ میں اکثر مال ودولت کی فراوانی کی وجہ سے اللہ کو بھول جاتے ہیں اور مال دولت کو اپنی محنت کا صلہ قرار دیتے ہیں کہ ایک مسلمان کی سوچ وفکر اللہ کے فضل کی آئینہ دار ہونی چاہیے.

☆ مستقبل میں آنے والی ضروریات کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے اور ان کے اسباب وعلل کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے ہاں ایک طبقہ تو وہ ہے جو صرف اپنے لیے سوچتا ہے اور فخر ومباح کے لیے مال ودولت جمع کرتا ہے، جب کہ دوسرا طبقہ سرے سے ہی منصوبہ بندی نہیں کرتا، اس قصہ میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کو مستغنی کردیا تھا ، لیکن آپ نے مستقبل کی ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سونے کی ٹڈیاں جمع کیں۔ اس لیے یہی طرز عمل وفکر اپنانی چاہیے۔

☆ کچھ ذہن ہر حال میں مال ودولت کو جمع کرنا نامناسب سمجھتے ہیں۔ اس قصہ میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ مال دار ہونا اور رزق حلال کو جمع کرنا محمود ہے، منع یا مذموم نہیں ہے۔ اسلیے مطلقاً مال جمع کرنا یا حاصل کرنے کی کوشش کرنا مذموم نہیں ہے، بلکہ عیش وعشرت اور فخر ومباح کے لیے مال ودولت اکٹھا کرنا مذموم ہے۔

"عَنْ اَ◌نَسٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْہُ، عِنْدَ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَاَ◌لَنَّا لَہُ الْحَدِيدَ اَ◌نِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ) (سباَ34:11) قَالَ اَ◌نَسٌانَّ لُقْمَانَ كَانَ عِنْدَ دَاوُدَ وَہُوَ يَسْرُدُ الدِّرْعَ فَجَعَلَ يَفْتِلُہُ ہَكَذَا بِيَدِهِ فَجَعَلَ لُقْمَانُ يَتَعَجَّبُ وَيُرِيدُ اَ◌نْ يَسْاَ◌لَہُ وَيَمْنَعُہُ حِكْمَتُہُ اَ◌نْ يَسْاَ◌لَہُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْہَا صَبَّہَا عَلَى نَفْسِهِ فَقَالَ نِعْمَ دِرْعُ الْحَرْبِ ہَذِهِ، فَقَالَ لُقْمَانُ الصَّمْتُ مِنَ الْحِكْمَةِ، وَقَلِيلٌ فَاعِلُہُ كُنْتُ اَ◌رَدْتُ اَ◌نْ اَ◌سْاَ◌لَکَ فَسَكَتُّ حَتَّى كَفَيْتَنِی صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ"۔49

حضرت انس سے روایت ہے :

اللہ تعالیٰ کا قول "اور ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا، یہ کہ کشادہ زرہیں بناؤ" کی تفسیر بیان کرتے ہیں : ایک دن حضرت لقمان حکیم حضرت داوٗد کے پاس تشریف لائے، تو حضرت داوٗد زرہ کے حلقے جوڑ رہے تھے، اور وہ یہ سارا کام اپنے ہاتھ سے کر رہے تھے۔ حضرت لقمان حکیم کو یہ بڑا عجب سا محسوس ہوا۔آپ نے سوال کرنے کا ارادہ کیا، لیکن آپ کی حکمت نے سوال کرنے سے باز رکھا۔ پھر حضرت داوٗد جب زرہ بنا کر فارغ ہوئے، تو اسے اپنے جسم پر پہنا، اور کہا: کہ ہاں ! جنگی زرہ ایسی ہی ہوتی ہے۔ حضرت لقمان حکیم نے کہا: کہ خاموشی بھی حکمت ہے، لیکن اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ میں نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھنے کا ارادہ کیا لیکن خاموش رہا، حتی کہ آپ نے اس کے بارے میں خود ہی وضاحت کر دی۔

اس واقعہ سے متعلق علماء وفقہاء کا استدلال واستنباط درج ذیل ہے :

"حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا: لوہا ان کے سامنے موم کی طرح ہو جاتا تھا، حسن نے کہا : گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا تھا اور وہ اس کو آگ سے پگھلائے بغیر نرم کر کے اس سے زرہ بنا لیتے تھے، مقاتل نے کہا: کہ وہ دن کے ایک حصہ یا رات کے ایک حصہ میں زرہ بنا لیتے تھے"۔50

جب حضرت داؤد بنو اسرائیل کے ملک کے بادشاہ بنا دیے گئے، تو ایک فرشتہ ان کو انسان کے بھیس میں ملا، ادھر حضرت داؤد نے، اس فرشتہ سے پوچھا جو انسان کے پیکر میں تھا، کہ حضرت داءود بادشاہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے اس فرشتے نے کہا: وہ بیت المال سے رزق کھاتا ہے، اگر وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے رزق کھاتا تو اس کے فضائل مکمل ہو جاتے۔ پھر حضرت داؤد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: کہ اللہ تعالیٰ ان کو کوئی صنعت سکھادے اور اس کو ان کے لیے آسان کر دے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھادی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :

"اور ہم نے ان کو تمہارے لیے ایسا لباس بنانے کی کاریگری سکھائی جو جنگ میں تمہاری حفاظت کرے"۔51

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے لیے لوہے کو نرم کر دیا، تو وہ ایک دن میں ایک زرہ بنا لیتے تھے جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہوتی تھی، حتیٰ کہ ان کے پاس بہت سا مال جمع ہو گیا اور ان کی معیشت بہت وسیع ہو گئی، وہ اس مال کو فقراء اور مساکین پر صدقہ کرتے تھے اور اس میں سے ایک تہائی مال لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرتے تھے۔52

اس میں صنعت اور پیشوں کے سیکھنے اور رزق حلال حاصل کرنے کی فضیلت ہے،اور کسی صنعت و حرفت کے سیکھنے سے کسی شخص کی عزت کم نہیں ہوتی ،بلکہ اس سے اسکی قدرومنزلت میں اضافہ ہوتاہے ،کیونکہ اس سے اس شخص میں تواضع وانکسار پیدا ہوتا ہے،اور دوسروں سے استغنا ہوتا ہے اور جس کسب حلال میں دوسروں کا احسان نہ ہو،اس میں انسان کی خودداری قائم رہتی ہے اور اس کی انا کو ٹھیس نہیں پہنچتی۔

علامہ اقبال نے اس طرح رہنمائی کی ہے :

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر۔53

ہمارے زمانے میں بعض پیشوں کو پیچ اور حقیر سمجھا جاتا ہے ، مثلا جوتی مرمت کرنیوالے کو حقارت سے موچی کہتے ہیں، حالانکہ مشہور فقیہ احمد بن عمر خصاف جوتی مرمت کرتے تھے، خصاف مشہور تھے ،خصاف کا معنی ہے موچی ،اور احمد بن علی رازی جصاص چونے کا کام کرتے تھے ،جصاص سفیدی کرنے والے کو کہتے ہیں ،امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری ہنڈیا بناتے تھے ،قدروی کمہار کو کہتے ہیں،امام محمد بن محمد غزالی کپڑا بنتے تھے ،غزال جلاہے کو کہتے ہیں،امام محمود بن احمد الحصیری چٹائیاں بناتے تھے،امام ابو بکر بن علی بن محمد الحداد لوہار تھے ،ہمارے زمانہ میں ان تمام پیشوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ علماء اور آئمہ وفقہاء فخر کے ساتھ اپنے آپ کو ان پیشوں کی طرف منسوب کرتے تھے ،آج کل کسی بینک کے صدر کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اسکو رشتہ دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں ، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مبغوض ہے، کیونکہ وہ سود کی شکل میں حرام کھاتا ہے ، اور سڑک پر جوتی مرمت کرنیوالے موچی کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کو رشتہ دینے میں عار سمجھتے ہیں ، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ معزز ہے اور رزق حلال کھاتا ہے۔ حضرت داؤد بھی لوہار تھے اور اپنی محنت کی کمائی کھاتے تھے۔54

لوہے سے ایسالباس تیار کر لینا جو ڈھیلا ڈھالا بھی ہو اور اس کی کڑیوں میں پورا تناسب بھی ملحوظ رہ سکے، بغیر امتیاز کے ممکن نہیں تھا ،اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد پر لوہے کے پگھلانے کی ایسی اعلیٰ سائنس کا انکشاف فرمایا، جس کی اولیت کا سہرا انہی کے سر ہے۔ اپنی اس ایجاد سے انہوں نے دفاعی اسلحہ میں ایک نہایت بیش قیمت اضافہ کیا ہے، جس سے ان کی فوجی قیادت ان کے حریفوں کے مقابل میں بہت بڑھ گئی۔55

اوپر کے ٹکڑے میں اس فن کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔اس ٹکڑے میں اس فن کا اخلاقی تقاضا بیان ہوا ہے: کہ اس کو پاکر بہک نہ جانا اور اس کو زمین میں فساد کا ذریعہ نہ بنانا، بلکہ اس بات کو برابر

یاد رکھنا کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہدایت اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور ان کی تمام آل واتباع کو فرمائی۔ اس کا ذکر بار بار زبور اور امثال میں بھی آیا ہے۔56

اس زمانے میں انسان نے سائنس میں جو ترقی کی ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے بڑے بڑے فائدے پہنچے ہیں اور پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن دو باتیں انسان بھول گیا ہے، ایک یہ کہ سائنس کا ہر انکشاف جو ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ہوا ہے، دوسری یہ کہ ہر نعمت اور ہر قوت کا یہ بدیہی تقاضا ہے کہ: انسان اس کو خدا کی امانت سمجھے اور یہ یاد رکھتا ہوا اس کو استعمال کرے کہ جس خدا نے یہ بخشی ہے، وہ دیکھ رہا ہے کہ میں اس کو کہاں استعمال کرتا ہوں۔ ان دو حقیقتوں کے فراموش کر دینے کی وجہ سے اب سائنس انسان کے لیے ایک عظیم خطرہ بن گئی ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ انسان اپنے ہی ایجاد کیے ہوئے اسلحہ سے کب خودکشی کرے۔57

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو لوہے کے استعمال پر قدرت عطا کی تھی، اور خاص طور پر جنگی اغراض کے لیے زرہ سازی کا طریقہ سکھایا تھا۔

ایک کرم یہ فرمایا کہ ان کے لیے لوہا نرم کر دیا۔ کہتے ہیں کہ لوہا ان کے ہاتھ لگنے سے موم اور آٹے کی طرح نرم ہو جاتا تھا اور جس طرح چاہتے اس کو اس شکل میں ڈھال دیتے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو لوہا پگھلانے کا فن سکھا دیا گیا ہو۔ جس سے آپ بڑی آسانی سے اسے پگھلا کر مختلف قالبوں میں ڈھال لیتے۔ ساتھ ہی زرہ سازی کا ہنر کی باریکیوں سے بھی باخبر کر دیا۔ بتایا کہ زرہیں تنگ اور چھوٹی نہ بنائیں، ورنہ پہننے والے کی تکلیف کا باعث بھی ہوں گی اور اس کی پوری حفاظت بھی نہ ہو سکے گی۔ نیز فرمایا: کہ جب انکے حلقوں کو پرونے لگو تو قدر اور اندازے کا پورا پورا خیال رہے۔ جو حلقہ چھوٹا اور بڑا، موٹا یا پتلا جیسے مناسب ہو بڑے سلیقہ اور مہارت سے اسے وہاں جوڑ دو۔ ایسا نہ ہو کہ جوڑنے میں غلطی ہو جائے اور معمولی سی بے پرواہی کی وجہ سے زرہ ناکارہ ہو جائے 58۔

اس آیت میں دو سبق ہیں۔

(1)۔ دستکاری میں قطعاً کوئی عیب نہیں، اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کمانا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔

(2)۔ جو کام کرو بڑے سلیقہ اور ہنر مندی سے کرو، جو چیز بناؤ اس میں پختگی اور نفاست دونوں کا پورا پورا خیال رکھو، بے دلی اور بے احتیاطی سے کوئی کام کرنا مسلمان کو زیبا نہیں۔ کاش ہم قرآن کریم کی بتائی ہوئی ہدایات پر چلیں۔ ہماری صنعت و حرفت کو چار چاند لگ جائیں۔ ہر منڈی میں ہماری مصنوعات کی مانگ بڑھ جائے، ہماری ہنر مندی اور فنی مہارت کی دھاک بیٹھ جائے اور ساتھ ہی ساتھ ہماری معاشی حالت بھی قابل رشک ہو جائے، آج ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے ان ہدایات پر عمل کرنے کی کبھی کوشش کی ہو۔ 59

تجزیہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو لوہا نرم کرنے اور جنگی زرہیں بنانے کا خاص فن عطا فرمایا تھا حضرت داؤد نے بیت المال سے تنخواہ لینے کی بجائے اپنے ہاتھ سے روزی کمانے کو ترجیح دی حضرت داءود کا پیشہ لوہار کا تھا حضرت داؤد اور حضرت لقمان کا زمانہ ایک تھا۔ حضرت لقمان حکیم حضرت داؤد کے امتی تھے حضرت داؤد وقت کے بادشاہ تھے، اللہ کے نبی اور رسول تھے، اس تمام کے باوجود کما کر کھانے کو ترجیح دی حضرت لقمان حکیم نے حضرت داؤد کو پوچھنے کی بجائے، خاموش رہنے کو ترجیح قرین قیاس حکمت سمجھا حضرت داؤد جنگی زرہ کی خود وضاحت فرمادی ہاتھ سے روزی کمانے سے اللہ تعالیٰ رزق میں برکت کر دیتا ہے، اس لیے اکثر انبیاء کرام نے مختلف پیشے اپنا کر روزی کمائی۔

عصرِ حاضر میں اطلاق :

اس واقعہ سے معاش حاصل کرنے کے لیے تین اصول مستنبط ہوتے ہیں:

معاش کے لیے بہتر ذریعہ ٹیکنکل فیلڈ کا ہنر سیکھنا اور اس سے روزی کمانا ہے۔ ہ میں معاش کے لیے مختلف فیلڈز کو زیادہ انتخاب کرنا چاہیے۔

سرکاری و غیر سرکاری نوکری سے بہتر ہے کہ انسان اپنا کاروبار کرے، اس سے ذاتی عزت و وقار کے علاوہ ذاتی و ملکی معیشت مضبوط ہوتی ہے۔ تیسری دنیا اور پاکستان کے لوگوں کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ وہ لاکھوں، کروڑوں روپے سرمایہ خرچ کر کے بیرون ملک نوکری کرنے جاتے ہیں یا رہائش اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ اگر یہی سرمایہ ملک میں خرچ کیا جائے تو اس سے آمدنی بھی بہتر ہو گی، اور ذاتی عزت و قار بھی بلند ہو گا، اور ملکی معیشت بھی مضبوط ہو گی۔

عوام حکمرانوں کو دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں اور ان کے طور طریقوں کو اپناتے ہیں، حضرت داؤد اللہ کے نبی و رسول بھی تھے، اور وقت کے بادشاہ بھی تھے۔آپ نے بحیثیت بادشاہ تین کام کیے، جو ہمارے حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہیں: وہ تین کام درج ذیل ہیں:

اپنی ذات یا گھر والوں کے لیے ملکی خزانے سے کسی بھی قسم کی رقم یا دوسری اشیاء ممنوع قرار دے دیں۔

ب: اپنی ضروریات اور گھر والوں کی ضروریات کے لیے زرہ بنانے کا ہنر اپنایا، زرہوں کی کمائی سے اپنے گھر والوں کے اخراجات پورے کرتے۔

ج: محنت کرنے کو عزت سمجھا اور سادگی اپنائی۔

یہی تین کام اگر ہمارے حکمران اپنالیں، تو ملکی معیشت اور پاکستان بہت مضبوط ہو جائے گا۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ بالا قصص الحدیث کے معاشی پہلو سے عصرِ حاضر میں ہ میں درج ذیل رہنمائی ملتی ہے:

☆ امانت اور دیانت عملی زندگی میں ہمارا اشعار ہونا چاہیے۔

☆ زمین سے نکلنے والے دفینہ پر پہلا حق قابض مالک کا ہے اور مالِ رکاز کی صورت میں خمس حکومتِ وقت کی ملکیت ہو گا۔

☆ زمین سے نکلنے والے پٹرول، ڈیزل، گیس، کوئلہ، نمک اور دیگر معدنیات کا حکم "مالِ ضائع" کا ہے اور یہ حکومتِ وقت کی ملکیت ہو گا۔

☆ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے لیے معدنیات اور زمینوں سے دفینوں کو تلاش کرنے میں حکومت کو اولیت دینی چاہیے۔

☆ مال و دولت وافر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے مزید فضل کو تلاش کرنا چاہیے۔

☆ مستقبل میں آنے والی ضروریات کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے اور ان کے لیے اسباب وعلل بھی تلاش کرنے چاہیے۔

☆ فخر و مباح کے لیے دولت جمع کرنا مذموم ہے۔

☆ معاش کے لیے بہتر ذریعہ ٹیکنکل فیلڈ کا ہنر سیکھنا ہے۔

☆ انسان کو ذاتی کاروبار کرنے کو ترجیح دینی چاہیے۔

☆ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خود محنت کرنی چاہیے۔ محنت کرنے کو عزت سمجھنا چاہیے اور سادگی اپنانی چاہیے۔

References

1. Ibn Manzoor, Muhammad Ibn Makram, Abul Fazl Jamal al-Din Al-Afriqi al-Masri, Lisan ul Arabs, Vol. 5, p. 191, Published by Sadir Beirut, Lebanon
2. Ahmad Reza, Mujam Matan al-Lugh, Vol. 4, p. 580, Maktabat al-Hayat Publisher, Beirut, Lebanon, 1948.
3. Suyuti, Abd al-Rahman bin Abi Bakr, Jalal al-Din, Tadrib Al-Ravi, Tahqiq Ahmad Umar Hashim, Vol. 1, p. 40, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut. 8 Lebanon, 1425 AH/2004 AD
4. Amin, Muhammad Targhee, Al-Majam al-Wasit, vol. 1, p. 13, published by Ashraf Ali al-Tabb Hasan Ali Atiya Dar al-Fikr, Beirut, Lebanon
5. Dehlvi, Saeed Ahmad, Farhang Asafia, Vol. 4, p. 863, Milestone Publishers, Lahore, 1960.
6. Isfahani, Imam Raghib, Mufardat al-Qur'an, p. 656, Lahore
7. Siwaharvi, Muhammad Hufzur Rahman, The Economic System of Islam, p. 71, Religious Library, Lahore, 1992.
8. Ibid
9. Qureshi, Hussain Muhammad, Shah Waliullah's Theory of Economy,P55 Taib Publishers, Lahore 2005, .
10. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Abu Abdullah, Sahih Bukhari, Kitab al-Anbiya, No. 2743, p. 907, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, Lebanon, 1429 AH/2008.
11. Qastalani, Ahmad bin Muhammad, Abul Abbas Shahabuddin, Arshad al-Sari Sharh Sahih al-Bukhari, Volume 7, p. 430, Dar al-Kitab Ulamiyyah, Beirut, Lebanon, 2009

12. Ibn Hajar, Ahmad bin Ali Asqalani, Abul Fazl Shahab al-Din, Fath al-Bari, Sharh Sahih al-Bukhari, Volume 2, p.353, Dar al-Kitab al-Ulamiya, Beirut, 1424, 1/2003.
13. Usmani, Shabbir Ahmad, Allama, Fateh-ul-Mulham in the Book of Sahih Muslim, Vol. 2, p. 357, Maktaba Darul Uloom Karachi, Karachi, 1423 AH.
14. Ibn Hajar, Ahmad bin Ali Asqalani, Abul Fazl Shahabuddin, Fath al-Bari, Sharh Sahih al-Bukhari, Vol. 2, p. 353.
15. Ibid
16. Taqi Usmani, Muhammad, Takmulat Fathul-ul-Mulham with Sharh Sahih Imam Muslim,vol.2, p.357,Maktaba Darul Uloom Karachi, Karachi, T1430, 1H/2009.
17. Ibid
18. Aini, Mahmoud bin Ahmad, Badr al-Din, Abu Muhammad, Umdat al-Qari, Sahih al-Bukhari, Volume 7, p. 470, Dar al-Hadith, Multan, S.N.
19. Ibn Hammam, Kamal al-Din, Fateh al-Qadeer, Vol. 6, p. 408, published by Nooriya Rizviyya Sukkur, S.N.
20. Ibn Qudama, Abdullah Ibn Ahmad, Abu Muhammad Hanbali, Al-Mughni, vol. 11, p. 484, published Dar al-Fikr, Beirut, 1405 AH.
21. Dashtani, Muhammad bin Khalafah, Abu Abdullah, Akmal Akmal al-Alam, Vol. 5, p. 28, Dar al-Kitab Al-Ulamiya, Beirut, Lebanon, S.N.
22. Aini, Mahmoud bin Ahmad, Badr al-Din, Abu Muhammad, Umdat al-Qari, vol. 16, p. 58.
23. Saeedi, Ghulam Rasool, Sharh Sahih Muslim, vol.5, p.209, Faridbakstal, Lahore, T1423, 10 AH/2002.
24. Dashtani, Muhammad bin Khalafah, Abu Abdullah, Akmal Akmal Al-Moallem, Volume 5, p. 28
25. Ibid
26. Aini, Mahmoud bin Ahmad, Badr al-Din, Abu Muhammad, Umdat al-Qari, vol. 16, p. 58.
27. Ibid, Volume 11, page 227
28. Abu Dawood, Suleiman bin Ash'ath, Hafiz Sajistani, Sunan Abu Dawood, Kitab Al-Kharaj Wala Marat Walfi, No. 3088, p. 591, Dar al-Fikr, Beirut, Lebanon, 1425, 1 AH/2005.

29. Al-Attar, Sadiq Jameel, Hashiya Sunan Abi Dawud, p. 591, Dar al-Fikr, Beirut, Lebanon, 1425, 1 AH/2005.
30. Ibid
31. Shams-ul-Haq, Muhammad, Abu Tayib Azim Abadi, Aun Al-Mu'boud Shareh Sunan Abi Dawood, Volume 8, p. 194, Old Library, Karachi
32. Saharanpuri, Khalil Ahmad, Allama Muhaddith, Bajil Al Majhudfi Hal Abi Dawood, vol. 14, p. 32, Old Library Karachi, S.N.
33. Ibid
34. Shams-ul-Haq, Muhammad, Abu Tayyib Azim Abadi, Aun al-Mu'boud Sharh Sunan Abi Dawood, Volume 8, p. 194
35. Khattabi, Hamad bin Muhammad. Abu Sulaiman Basti, Maalam al-Sunan Sharh Sunan Abi Dawud, Vol. 2, p. 481, Maktabat al-Arif Llansar and Tawzi, Al-Riyadh 1431, 1 AH/2010.
36. Ibid
37. Ibid
38. Shams-ul-Haq, Muhammad, Abu Tayyib Azim Abadi, Aun al-Mu'boud Sharh Sunan Abi Dawood, Volume 8, p. 194
39. Nasa'i, Ahmad bin Ali bin Shoaib, Abu Abd al-Rahman, Kitab al-Ghusl, No. 406, p. 104, published by Dar al-Marafa, Beirut, Lebanon, 1986.
40. Rizvi, Mahmoud Ahmad, Syed, Fayuz Al-Bari fi Sharh Sahih al-Bukhari, Vol. 2, p. 24, Maktaba Rizwan, Lahore.
41. Aini, Mahmoud bin Ahmad, Badr al-Din, Abu Muhammad, Umdat al-Qari, Vol. 2, p. 51.
42. Ibn Battal, Ali Ibn Khalaf, Abu Al-Husa Qurtubi, Sharh Ibn Battal Ali Sahih al-Bukhari, Vol. 1, p. 399, Dar al-Kitab Ulamiyyah, Beirut, Lebanon, T1424, 1 AH/2003.
43. Aini, Mahmoud bin Ahmad, Badr al-Din, Abu Muhammad, Umdat al-Qari, Volume 3, p. 354.
44. Ibn Battal, Ali Ibn Khalaf, Abul Al-Husa Qurtubi, Shahr Ibn Battal Ali Sahih al-Bukhari, Volume 1, p. 399
45. Rizvi, Mahmoud Ahmad, Syed, Fayuz Al-Bari according to Sahih al-Bukhari, Vol. 2, p. 51
46. Ibid
47. Ibid

48. Bajnoori, Ahmadreza, Syed, Anwar Al-Bari, Sahih al-Bukhari, Vol. 9, p. 298, Idara Talifat Ashrafiya, Multan, 1425 AH.
49. Al-Hakim, Muhammad bin Abdullah, Abu Abdullah Neshapuri, Al-Mustadrak Ali Al-Sahiheen, Kitab al-Tafseer, Number 3635, Dar al-Marafa, Beirut, Lebanon.
50. Ibn Kathir, Imad al-Din, Abu al-Fida, Tafseer al-Qur'an al-Azeem, Vol. 3, p. 578, Darahiya al-Tarath al-Arabi, Beirut, 1985, 1
51. Al-Anbyah 80:21
52. Ibn Asaqir, Ali Ibn Husayn, Abul Qasim, Tarikh Damascus, Vol. 19, p. 66, Darahiya al-Tarath al-Arabi, Beirut, Lebanon, 1407 AH.
53. Allama Iqbal, Baal Jibreel, p. 147, Alam and Irfan Publishers, Lahore, 2002.
54. Saeedi, Ghulam Rasool, Tabiyan Al-Qur'an, Vol. 9, p. 608, Printed at Farid Book Stall, Lahore, No. 1423, 3 AH/2002.
55. Islahi, Amin Ahsan, Tadbar Qur'an, Volume 6, p. 300, Faran Foundation, Lahore, T1427, 11 AH/2005
56. Ibid
57. Ibid
58. Al-Azhari, Karam Shah, Muhammad Peer, Zia-ul-Quran, Vol. 4, p. 14, Zia-ul-Quran Publications, Lahore, 1405 AH.
59. Ibid